خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کو اس نے تمام مخلوق کے درمیان تقسیم کیا ہے

رحمت صرف بدبخت سے ہی چھینی جاتی ہے۔ ایسا شخص جو قطع رحمی کرتا ہے وہ بہت بدنصیب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حسنہ پر غور کریں تو وہ رحمانیت اور رحیمیت سے پھوٹتی ہیں اور ربوبیت سے ترویج پاتی ہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۳/اپریل ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۳/شہادت ۱۳۸۰ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿ قُلِ ادْعُوْا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوْا الرَّحْمٰنَ .اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾۔(سورة بنی اسرائیل آیت ۱۱۱)

تو کہہ دے کہ خواہ اللہ کو پکارو خواہ رحمان کو، جس نام سے بھی تم پکارو سب اچھے نام اسی کے ہیں اور اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھا کر اور نہ اسے بہت دھیما کر اور ان کے درمیان کی راہ اختیار کر۔

صفات باری تعالیٰ کا یہ مضمون مَیں نے شروع کیا ہوا ہے۔ اس سے پہلے ربوبیت کے متعلق مَیں نے عرض کیا تھا میرے لئے بہت مشکل ہے کہ ان دونوں نورانی دھاگوں کو کلیۃً الگ الگ کر سکوں۔ ایک کے بیان کے ساتھ دوسرا بھی شروع ہو جاتا ہے۔ دونوں ہی ایک ہی نور سے بُنے ہوئے دھاگے ہیں۔ آج پھر مَیں اب خالصتاً رحمانیت کا ذکر کرنے کی کوشش کروں گا مگر اس میں قدرتی بات ہے کہ ربوبیت بھی خود بخود آتی چلی جاتی ہے۔ سب سے پہلے تو مَیں ایک حدیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے سے قبل ہی اپنے اوپر خود اپنے ہاتھ سے یہ فرض کر دیا تھا کہ ”میری رحمت، میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے“۔(سنن ابن ماجه، كتاب المقدمة)۔ پس اس میں ہر گنہگار کے لئے جو قصداً گناہ نہیں کرتا بہت بڑی خوشخبری ہے اور جو قصداً گناہ کر لیتے ہیں اور اس کے بعد ان کو توبہ کی توفیق ملتی ہے ان کے لئے بھی بہت بڑی خوشخبری ہے کہ گناہ اگرچہ خدا کے غضب کا مطالبہ کرتے ہیں مگر اس کی حد سے زیادہ رحمانیت ان گناہوں پر بھی غالب آجاتی ہے۔

ایک حدیث حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے جو سنن ابن ماجہ کتاب الزُّھد سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ عرض کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت کو اس نے تمام مخلوق کے درمیان تقسیم کیا ہے“۔ یعنی انسان کے اندر جتنی بھی رحمت کا جذبہ پایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتوں میں سے ایک رحمت کی تقسیم کے نتیجہ میں ہے۔ ”اسی کے ذریعہ سے وہ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ باہم ہمدردی سے کام لیتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعہ درندے اپنے بچوں سے مہربانی کا سلوک کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتوں کو مؤخر کر رکھا ہے۔ ان کے ذریعہ قیامت کے دن وہ اپنے بندوں پر رحم کرے گا“۔(سنن ابن ماجه. كتاب الزهد)۔ پس اس کی رحمت کا ایک حصہ ہے جس سے بنی نوع انسان نے استفادہ کیا ہے۔ باقی سب اس کے ان بندوں کے لئے ہیں جن کو مرنے کے بعد بھی اللہ کی رحمت نصیب ہونے والی ہے۔

ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ۔ حضرت ابوسلمۃ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ ہو گئے۔ نماز کے دوران ایک اعرابی نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اور محمدؐ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اَور پر رحم نہ فرمانا۔ جب آنحضرت ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو اُس اعرابی سے فرمایا: ”تم نے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو محدود کرنے کی کوشش کی ہے“۔(ابوداؤد، كتاب الصلاة)۔ پس نماز میں تو باقی صحابہ ناراض بھی ہونگے اس سے لیکن آنحضرت ﷺ کا ناراضگی کا انداز بھی بہت ہی پیارا تھا۔ اس کو پیار اور محبت سے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو وسیع ہی رکھو، اس کو کم کرنے کی کوشش نہ کرو۔

سنن نسائی کتاب الجنائز میں حضرت خارجہ بن زید بن ثابت، اپنے چچا یزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ حضورؐ نے ایک تازہ بنی ہوئی قبر دیکھی۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ فلاں عورت کی قبر ہے جو بنی فُلاں کی خادمہ تھی۔ حضورؐ اس (وفات یافتہ عورت) کو پہچان گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ آج دوپہر کو فوت ہو گئی تھی جبکہ آپؐ قیلولہ فرما رہے تھے اس لئے ہم نے آپ کو جگانا پسند نہ کیا۔ تب حضورؐ نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے، لوگوں نے بھی حضورؐ کے پیچھے صفیں بنا لیں۔ حضورؐ نے جنازہ پڑھتے ہوئے چار تکبیریں کہیں۔ پھر فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی فوت ہو اور مَیں تم میں موجود ہوں تو ضرور مجھے اس بات کی اطلاع دو کیونکہ میری دعا اس کے لئے رحمت ہے۔(سنن نسائی۔ كتاب الجنائز)۔ اب اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو رحمت کا سوواں حصہ سب انسانوں میں تقسیم ہوا اس میں سے سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے حصہ پایا۔

ایک حدیث ہے مسلم کتاب الفضائل۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، مَیں نے آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر اہل و عیال پر رحم کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

ایک اور حدیث ہے بخاری کتاب الادب سے یہ لی گئی ہے، باب رحمۃ الولد و تقبیلہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے سامنے کچھ قیدی آئے۔ ان میں ایک عورت تھی اس کے سینہ سے دودھ نکل رہا تھا (جس طرح بچہ دودھ نہ پئے تو دودھ پستانوں میں بھر جاتا ہے) چونکہ وہ بچہ اس کا مر چکا تھا اس لئے وہ دودھ خود بخود پھوٹ رہا تھا اور وہ دوسرے کسی کے بچہ کو دیکھتی تو اس کو دودھ پلانے لگ جاتی تھی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ یہ اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا: جب تک اس کے لئے ممکن ہوا، یہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں جانے دے گی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچے پر کر سکتی ہے۔(بخاری، كتاب الادب)

ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترمذی کتاب البرّ والصلۃ میں درج ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ مَیں نے ابوالقاسم یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رحمت صرف بدبخت سے ہی چھینی جاتی ہے۔ (ترمذی كتاب البرّ والصلة باب ما جاء فی النصيحة)۔ کہ جو بدنصیب اور سخت دل ہے، شقی القلب ہے اس سے رحمت چھین لی جاتی ہے اور پھر وہ کسی پر بھی رحم نہیں کر سکتا، نہ اس پر قیامت کے دن رحم کیا جائے گا۔

ایک حدیث مسلم کتاب البر والصلۃ والادب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا کہ مشرکوں کے خلاف بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا مَیں لعنت کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا بلکہ مَیں رحمت کے طور پر مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس لئے اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ مشرک جب تک زندہ ہے اس کے لئے دعا ہرگز حرام نہیں ہے بلکہ کثرت سے اس کے لئے دعا کرنی چاہئے جس میں سب سے بڑی دعا یہی ہے کہ اللہ اس کو سچے ایمان

اور توحید کی توفیق عطا فرمائے۔ہاں جب مشرکانہ حالت میں مرجائے تو اس وقت بھی اگر یہ پتہ چلے کہ وہ مشرک خدا کا دشمن اور رسول کا دشمن تھا تو پھر کسی قیمت پر اس کے لئے دعا جائز نہیں۔اور وہ مشرک جو لاعلمی میں مرجاتے ہیں ان کے متعلق قطعیت سے نہیں کہا جاسکتا کہ کسی قسم کی دعا کی جاسکتی ہے یا نہیں مگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے یہ گمان غالب ہے کہ ایسے مشرکین جو لاعلمی میں مرتے ہیں ان کے لئے دعا جائز ہوگی۔پس کثرت سے دنیا میں آج بھی مشرک موجود ہیں جن کو کچھ پتہ نہیں کہ وہ کیوں مشرک ہیں۔وہ آنکھیں بند کر کے ایک تقلید کر رہے ہیں۔ہرگز بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو کام بھی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔

(الجامع الصغیر للسیوطی حرف کاف)

مجھے ایک دفعہ اس کا دلچسپ تجربہ یہاں انگلستان میں بھی ہوا۔یہاں بعض عیسائیوں نے لوگوں کو عیسائی بنانے کی خاطر مفت اپنے خوبصورت علاقے میں ایک ایک ہفتہ کی دعوت دے رکھی تھی۔تو مجھے بھی شوق تھا خوبصورت علاقوں کی سیر کا۔کارنوال کے علاقہ میں، مَیں بھی گیا اور اس بیچاری کی دعوت اس کے اوپر اُلٹی پڑ گئی کیونکہ بجائے اس کے کہ وہ مجھے نعوذ باللہ من ذالک مشرک بناتی اس کے داماد نے میرے سامنے اقرار کر لیا کہ مَیں خدا کی توحید کا قائل ہوں اور رسول اللہ ﷺ کو سچا تسلیم کرتا ہوں۔وہ واقعہ یہاں سے شروع ہوا کہ جب ہم کھانا کھانے لگے تو کچھ دیر کے لئے اس نے سر نیچے جھکایا اور Grace پڑھنا کہتے ہیں، گریس (Grace) پڑھی، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔مجھے کہنے لگی کہ آپ بے شک کھائیں گریس تو عیسائیوں کے لئے ہے۔مَیں نے کہا صرف کھانے کے لئے ہی گریس ہے۔ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر عمل جو بغیر بسم اللہ کے کیا جائے وہ بے برکت ہوگا۔تو ہمارا رسول تو اس معاملہ میں بڑا شاندار ہے اور ہر حصہ پر اس کی رحمت وسیع ہے۔پس اس پہلو سے وہ جو اس کا داماد تھا اس پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے مجھے ایک موقع پر باہر لے جا کر کہا کہ مَیں آپ کے سامنے (توحید کا) اقرار کرتا ہوں، اللہ اس کو جنت نصیب کرے اگر وہ مرچکا ہے تو۔

ایک روایت دار قطنی باب الصید والذبائح سے ہے۔حضرت ابو ثعلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں تم انہیں ضائع نہ کرنا۔اس نے کچھ حدیں مقرر کی ہیں تم اُن سے آگے نہ بڑھنا اور نہ ان کو پامال کرنا۔اس نے کچھ چیزیں حرام کی ہیں تم ان کا ارتکاب نہ کرنا، کچھ باتوں کا ذکر اس نے چھوڑ دیا ہے صرف تم پر رحم کرتے ہوئے، نہ وہ بھولا ہے نہ اس نے غلطی کھائی ہے اور اس کے متعلق کرید اور جستجو نہ کرو۔

تو "اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ"۔حلال اور حرام دونوں خدا تعالیٰ نے خوب بیّن کر کے کھول دئے ہیں۔ایک دوسرے سے جدا کر دئے ہیں۔ان کے درمیان میں مشتبہات ہیں اور اس میں انسان اپنے نفس سے فتویٰ لیتا ہے۔جو نیک لوگ ہیں وہ تو حلال ہی کی طرف جھکتے ہیں اور بعض کمزور اپنے نفس کے لحاظ سے بد کی طرف بھی جھک جاتے ہیں۔مگر ان کی تفصیل خدا نے اس لئے بیان نہیں فرمائی کہ بعض لوگ کمزوری کی وجہ سے اگر جھکتے ہیں تو ان کو معاف بھی فرمادے۔

بخاری کتاب تفسیر القرآن میں ہے۔حضرت ابوہریرہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔جب وہ ان کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو رِحم کھڑی ہوئی اور رحمٰن کی کمر پکڑ لی"۔اب یہ یاد رکھیں کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو ظاہری طور پر رِحم کھڑی ہوئی اور رحمٰن کی کمر پکڑ لی، یہ صفاتی بیان ہے اور اس کو ظاہر پر ہرگز نہ محمول کریں ورنہ ان احادیث کی کچھ سمجھ نہیں آسکے گی۔تو یہ ایک نظارہ ہے صفاتی جس سے رحیمیت، رحمانیت اور صلہ رحمی وغیرہ کے معاملات سمجھ آجاتے ہیں۔"رحم کھڑی ہوئی اور رحمٰن کی کمر پکڑ لی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ہے؟۔کہنے لگی یہ جگہ قطع رحمی سے تیری پناہ چاہنے والوں کی ہے۔فرمایا تُو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھ کو ملائے مَیں اسے ملاؤں گا اور جو تجھ کو کاٹے گا مَیں اس کو کاٹ دوں گا۔اس نے کہا: "کیوں نہیں اے میرے ربّ۔ فرمایا تیرے ساتھ میرا یہ وعدہ ہے"۔

مراد یہ ہے کہ قطع رحمی کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ فرض کر لیا ہے کہ جو بھی قطع رحمی کرتا ہے یعنی رشتوں کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ میری رحمانیت سے کاٹا جائے گا اور لازماً اس پر پھر رحم نہیں کیا جائے گا۔اور جو صلہ رحمی کرتا ہے، اپنے رشتہ داروں کے حقوق پھر ان کے رشتہ داروں کے حقوق یعنی ماں کی طرف سے جو بھی رشتے بنتے ہیں ان سب کے حقوق ادا کرتا چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اپنا رحم کا تعلق جوڑ لیتا ہے۔اور ایسا شخص بہت ہی خوش نصیب ہے۔مگر بدقسمتی سے آج جماعت میں بہت سے بدنصیب بھی ہیں اور بلاناغہ روزانہ مجھے شکایتیں ملتی ہیں۔ان میں سے ایسی بہنوں کی شکایتیں ہیں جو خود اپنے بھائیوں سے شاکی ہیں کہ انہوں نے ہمارا حق چھین لیا ہے اور ہمارے اموال پر نظر ہے۔اور اپنی برادریوں کے قصے لئے بیٹھے ہیں، اپنی جھوٹی غیرت اور انا کا قصہ لے بیٹھے ہیں۔وہ زمیندار ہیں سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے بہن کو زمین دے دی تو یہ زمین غیروں میں چلی جائے گی اس لئے صرف ہمارا حق ہے۔اب یہ انتہائی احمقانہ زمینداروں کی سوچ ہے جو عملاً اس وقت پاکستان میں، خصوصاً پنجاب میں بہت رائج ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے جھگڑے پیدا ہو رہے ہیں اور لوگ سمجھتے نہیں کہ کتنا بڑا گناہ کرتے ہیں وہ، دنیا کی جائیداد کی خاطر آخرت کی جائیداد سے کلیۃً محروم ہو جاتے ہیں۔جبکہ دنیا میں جو رحمت ہے وہ تو ایک حصہ ہے صرف اور ساری رحمت تو آخرت میں ملنی ہے اور دنیا کی ایک حصہ رحمت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔نہ دنیا کے رہے نہ دین کے رہے۔

اب میں امام راغب کی تفسیر سے جو حضرت امام راغبؒ نے بڑی دانائی اور بڑی گہری حکمت کے ساتھ قرآن کریم کے مشکل الفاظ کی تفسیر لکھی ہے اس میں رحمٰن اور رحیم کے تابع آپ بیان کرتے ہیں کہ رحمت ایسی نرمی کو کہتے ہیں جو رحم کئے جانے والے پر احسان کا مقتضی ہے۔کبھی یہ لفظ صرف رحمت کے لئے اور کبھی مجرّد احسان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔عام رحمت کے لئے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس میں سب بنی نوع انسان شامل ہیں لیکن جب خالصۃً احسان کے معنوں میں استعمال ہو تو محض اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بطور احسان کے رحمٰن ہے۔ابھی کوئی مانگنے والا پیدا بھی نہیں ہوا تھا کہ اس کو بھی پیدا کیا اس کی ساری ضرورتوں کو پیدا کر دیا۔

کہتے ہیں جیسے فرمایا: "رَحِمَ اللّٰہُ فُلَانًا" یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر استعمال ہو تو اس سے مراد صرف احسان ہی ہوتا ہے نرم دلی نہیں۔انہی معنوں پر اطلاق پانے والی ایک روایت میں ہے "اِنَّ الرَّحْمَۃَ مِنَ اللّٰہِ اِنْعَامٌ وَاَفْضَالٌ وَمِنَ الْاٰدَمِیِّیْنَ رِقَّۃٌ وَّتَعَطُّفٌ"۔رحمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور افضال ہیں اور انسان کی طرف سے رحمت اور شفقت ہے۔پھر حضرت امام راغبؒ لکھتے ہیں کہ انہی معنوں میں نبی اکرم ﷺ کا اپنے ربّ کے ذکر پر مشتمل پر یہ قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رحم کو پیدا کیا تو اسے مخاطب فرمایا مَیں رحمٰن ہوں اور تُو رِحم ہے، مَیں نے تیرا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔جو صلہ رحمی کرے گا مَیں اس سے اپنا تعلق جوڑوں گا اور جو تیرے ساتھ تعلق کو توڑے گا مَیں اس کی بیخ کنی کر دوں گا۔بیخ کنی کا لفظ بہت ہی، ایک انتہائی سنگین تنبیہ ہے۔بیخ کنی کا مطلب ہے اس کو جڑ سے اکھیڑ پھینکوں گا۔تو اگر کوئی شخص ان چھوٹی چھوٹی دنیاوی لالچوں میں پسند کرتا ہے کہ وہ جڑ سے اکھیڑا جائے تو پھر بہت ہی بڑی سزا ہے۔جڑ سے اکھیڑنے سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مثال دی ہے کہ ایک ایسا پودا جو جڑ سے اکھیڑا جائے ہوائیں اس کو ادھر ادھر لئے پھرتی ہیں۔وہ نہ زمین کا پانی چوس سکتا ہے نہ غذا حاصل کر سکتا ہے یعنی جس دنیا کی خاطر وہ خدا سے الگ ہوا وہ دنیا بھی اس کی نہیں رہتی اور پھر وہ کہیں کا بھی نہیں رہتا۔ہوائیں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر اس کو بھگائے پھرتی ہیں۔پس یہ بہت ہی بڑی تنبیہ ہے اس کو جماعت احمدیہ خاص طور پر جو سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنا تعلق رکھنا چاہتے ہیں وہ اس نصیحت کو خوب اچھی طرح پلّے باندھ لیں اور کبھی جماعت میں کوئی صلہ رحمی کو کاٹنے والا نہ پیدا ہو۔

پھر امام راغب فرماتے ہیں کہ لفظ رحمٰن کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے کیونکہ معنوں کے لحاظ سے اس کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی ذات کے سوا یہ معنے کسی اور پر صادق ہی نہیں آتے۔کیونکہ وہی ایک ذات ہے جس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے اور رحیم غیر اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور یہ لفظ اس کے لئے بولا جاتا ہے جس کی رحمت بہت زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾۔پھر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے انہیں بھی رحیم قرار دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ کہ تمہارے لئے وہ رسول آگیا جو بظاہر تم ہی میں سے ہے۔﴿مِّنْ اَنْفُسِکُمْ﴾ یعنی بظاہر تمہی انسانوں میں سے ہے مگر اس کا مرتبہ یہ ہے کہ ﴿عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ﴾ کہ تمہیں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے اس کو بہت اس کا دکھ پہنچتا ہے۔﴿حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ﴾ وہ ہر خیر اور بھلائی کے لئے تمہارے لئے حریص ہے۔اب حریص کا لفظ عام طور پر بُرے معنوں میں استعمال ہوتا ہے یہاں خوبی کے معنوں میں ہے کہ ہر اچھی چیز کے لئے تمہارے لئے حرص رکھتا ہے۔

﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ مومنوں پر بہت ہی مہربان اور بہت رحیم ہے۔اب دیکھیں یہاں بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحْمٰنٌ رَّحِیْمٌ نہیں فرمایا۔پس رحمٰن کی صفت اللہ کے لئے خاص ہے لیکن رحیم

مختلف معنوں میں انسان پر بھی بولا جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ تو مجسم رءوف اور رحیم تھے۔ امام راغب لکھتے ہیں مفردات میں ”اور یہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا احسان عمومی طور پر مومن اور کافر دونوں پر نازل ہوتا ہے اور آخرت میں صرف مومنوں کے لئے خاص ہوگا۔ انہی معنوں میں تنبیہاً فرمایا ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ﴾ کہ میری رحمت بہت وسیع ہے، ہر چیز پر وسیع ہے لیکن خاص طور پر مَیں اپنی رحمت کو اپنے اوپر خود فرض کر لیتا ہوں ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

”پس لازم ہوا کہ انسان کامل یعنی محمد ﷺ ان دونوں صفات کا مظہر ہو“۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے لفظ ’ہو‘ استعمال کیا ہے ’ہوں‘ نہیں اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاص انداز تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بہت زیادہ تعریف مقصود ہو تو پھر آپ کو بھی جس طرح اللہ تعالیٰ کو تُو کہہ کر پکارا جاتا ہے اسی طرح آپ کے لئے بھی واحد کا صیغہ استعمال کیا کرتے تھے۔

فرماتے ہیں: ”اسی لئے ربِّ کونین کی طرف سے“۔ ”رب کونین“ مراد ہے دونوں جہانوں کا رب۔ یہ کون ہے اور ایک دوسری کون ہے یعنی یہ جہان اور دوسرا جہان۔ ”آپ کا نام محمد اور احمد رکھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمایا لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ“۔ یہ وہی آیت ہے جس پہ امام راغب کی رائے مَیں نے آپ کے سامنے رکھی تھی۔ ”اللہ تعالیٰ نے لفظ عَزِيْزٌ اور حَرِيْصٌ میں یہ اشارہ فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے فضلِ عظیم سے صفتِ رحمٰن کے مظہر ہیں کیونکہ آپ رحمةٌ لِّلْعَالَمِيْن ہیں تمام عالموں کے لئے، نوعِ انسانی اور حیوانات کے لئے، اہلِ کفر اور اہلِ ایمان کے لئے اور پھر فرمایا بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کہ خاص طور پر مومنوں کے لئے رَؤُفٌ اور رَحِيْمٌ ہیں۔ اب کسی صاحبِ فہم پر مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو رحمٰن اور رحیم قرار دیا ہے۔

(اعجاز المسیح۔ روحانی خزائن۔ جلد ۱۸۔ صفحہ ۱۱۸،۱۱۷)

اب یہاں لفظ رحمٰن لکھا ہوا ہے اس لئے مَیں نے وہی پڑھا ہے مگر حقیقت میں جو آیت میں لفظ ہے وہ رحیم قرار دیا گیا ہے رحمٰن نہیں مگر صفت رحمانیت کے مظہر بہر حال آنحضرت ﷺ تھے۔

ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس ہے جس میں لفظ رحمٰن کی تشریح ایام الصلح میں فرمائی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

”دوسری خوبی خدا تعالیٰ کی جو دوسرے درجہ کا احسان ہے جس کو فیضان عام سے موسوم کرتے ہیں، رحمانیت ہے جس کو سورۃ فاتحہ میں ﴿الرَّحْمٰن﴾ کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے اور قرآن شریف کی اصطلاح کی رو سے خدا تعالیٰ کا نام رحمٰن اس وجہ سے ہے کہ اس نے ہر ایک جاندار کو جن میں انسان بھی داخل ہے اس کے مناسب حال صورت اور سیرت بخشی۔ یعنی جس طرز کی زندگی اس کے لئے ارادہ کی گئی اس زندگی کے مناسب حال جن قوتوں اور طاقتوں کی ضرورت تھی یا جس قسم کی بناوٹ جسم اور اعضاء کی حاجت تھی وہ سب اس کو عطا کئے“۔

اب دنیا میں ہر جانور کو اپنی ضرورتوں اور اپنی عادتوں کے مطابق اور جس قسم کی غذا اس کے لئے ضروری ہے اور جن جنگلوں میں وہ رہنے کا عادی ہے عین اس کے مطابق اس کو شکل صورت دی گئی ہے۔ حیوانات کو پنجے دئے گئے ہیں وہ رفتار دی گئی ہے جس سے وہ دوسرے جانوروں کا شکار کر سکیں اور دوسرے جانوروں کو بھاگ کر ان حیوانوں سے نجات پانے کی توفیق عطا فرمائی گئی ہے اور اس طرح بنی نوع انسان میں "Survival of the fittest" جو ڈارون کا قول ہے کہ جو بہترین ہو وہ سب سے زیادہ قوی ہو وہی زندہ رہتا ہے۔ اس کا اظہار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اب جو تیز رفتار جانور ہیں وہ بھیڑیوں اور شیروں وغیرہ سے بچ نکلتے ہیں اور جو نسبتاً کمزور ہوں یا بوڑھے ہوں یا بیمار ہوں وہ پکڑے جاتے ہیں تو اگلی نسل کے لئے بہتر جانور رکھے جاتے ہیں اس طرح رفتہ رفتہ اعضاء کی ترقی ہوتی چلی جاتی ہے اور لمبے عرصہ میں، کروڑوں سال کے عرصہ میں وہ جانور ایک اپنے اچھے خلق کو اپنی اولاد میں ودیعت کر دیتے ہیں اس سے آگے پھر اسی طرح Survival of the fittest کا نظام جاری ہے اور اس طرح جانور پہلی حالت سے اوپر کی حالت کی طرف ترقی کر سکتے ہیں۔

اب یہ رحمانیت کا بیان ہے لیکن ربوبیت سے بھی اس کا ایک تعلق ہے۔ ناممکن ہے کہ ربوبیت اور رحمانیت کو یہاں الگ الگ کیا جا سکے کیونکہ ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے کو ربوبیت کہتے ہیں۔ تو رحمانیت ربوبیت کو بخشتی ہے اور ربوبیت پھر ایک رحمانیت پیدا کرتی ہے۔ ”بقا کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ اس کے لئے مہیا کیں۔ پرندوں کے لئے پرندوں کے مناسب حال اور چرندوں کے لئے چرندوں کے مناسب حال اور انسان کے لئے انسان کے مناسب حال طاقتیں عنایت کیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ان چیزوں کے وجود سے ہزارہا برس پہلے بوجہ اپنی صفت رحمانیت کے“۔

اب دیکھ لیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں کہ رحمانیت ایک پہلو سے سب سے پہلے ہے یعنی ربوبیت سے بھی پہلے ہے۔ ابھی چیز پیدا بھی نہیں ہوئی اور مانگنے والا کوئی بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف وہ چیز پیدا کی اور اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھا۔ اس نے جس طرح زندگی بسر کرنی تھی اس کے مطابق اس کو اعضاء عطا فرمائے۔

فرماتے ہیں: ”اور صرف یہی نہیں بلکہ ان چیزوں کے وجود سے ہزارہا برس پہلے“۔ بلکہ یہ بھی کہا جائے کہ لکھو کھہا، کروڑہا برس پہلے تو یہ بھی مبالغہ نہیں ہوگا۔ ”بوجہ اپنی صفت رحمانیت کے اجرام سماوی و ارضی کو پیدا کیا“۔ تو اجرام سماوی تو کروڑوں سال پہلے، اربوں سال پہلے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عام محاورہ میں ہزارہا برس فرمایا ہے مگر مراد آپ کی یہی ہے کہ کروڑوں اور اربوں سال پہلے۔ ”پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت میں کسی کے عمل کا دخل نہیں بلکہ وہ رحمتِ محض ہے جس کی بنیاد ان چیزوں کے وجود سے پہلے ڈالی گئی۔ ہاں انسان کو خدا تعالیٰ کی رحمانیت سے سب سے زیادہ حصہ ہے کیونکہ ہر ایک چیز اس کی کامیابی کے لئے قربان ہو رہی ہے“۔ (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۹،۲۴۸)

اگر غور کریں تو جتنے بھی ہر قسم کے جاندار ہیں خواہ آپ ان کو موذی جانور سمجھیں یا غیر موذی سمجھیں وہ سارے کے سارے انسان کی بہبود کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ ایکو (Eco) سسٹم کہلاتا ہے سائنس میں۔ یعنی موذی جانور اور غیر موذی جانور یہ ایک دوسرے کی تعداد معین کرتے رہتے ہیں جتنی ہونی چاہئے اور وہی انسان کے لئے رحمت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انسان پر رحم کر کے اسے بقا نہ دینی ہوتی تو اس کے نتیجہ میں تمام حیوانات کو تباہ کر دیتا۔ یعنی جو جاندار مختلف نوع کے ملتے ہیں وہ سارے انسان کی بہبود کے لئے اور اس کی خاطر بالآخر قربان ہونے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن ایک چیز میں انسان ہر دوسرے جانور سے زیادہ حصہ پا لیتا ہے وہ ہے روحانی طور پر تربیت۔ پس رحمانیت کے تعلق کے نیچے یہ روحانی تربیت بھی آ جاتی ہے۔ سورۃ فاتحہ میں جب دوبارہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ تو یہاں خصوصیت سے روحانی تربیت کے لحاظ سے رحمان ہونا مراد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرماتا ہے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ . خَلَقَ الْاِنْسَانَ . عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ کہ اللہ تعالیٰ رحمان ہے ﴿عَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾ کہ اس کو قرآن سکھایا۔ جس نے انسان کو پیدا کیا اور قرآن کو پیدا نہیں کیا۔ ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ . عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ اور اس کو بیان عطا کیا۔ تو یہ بحث چلتی ہے کہ قرآن تخلیق ہے کہ نہیں۔ یہ انہی آیات میں طے ہو جاتی ہے۔ قرآن تخلیق نہیں ہے، قرآن ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ پر مشتمل صفات کا بیان کرنے والا ہے اس لئے وہ خلق نہیں ہوا اور نہ خدا کی کوئی نہ کوئی صفت خلق ہو جاتی ہے اس لئے تمام صفات الٰہی دائمی ہیں اور ازلی ہیں اور ابدی بھی ہیں جو ہمیشہ رہیں گی۔ پس ﴿اَلرَّحْمٰنُ. عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ . عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ کہ انسان جو ہے وہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت کا مظہر ہے۔ رحمانیت نے اس کو پیدا کیا اور بیان اس کو سکھایا یعنی زبان سکھائی اور قرآن سکھایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: رحمٰن کے بندے کون لوگ ہیں۔ سچے بندے رحمٰن کے کون ہوتے ہیں ”جو زمین پر بردباری سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے سخت کلامی سے پیش آئیں تو سلامتی اور رحمت کے لفظوں سے ان کا معاوضہ کرتے ہیں یعنی بجائے سختی کے نرمی اور بجائے گالی کے دعا دیتے ہیں“۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی بات کو ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

یہ جب مجھے گالیاں دیتے ہیں تو اس کے جواب میں ان کو دعائیں دیتا ہوں کیونکہ رحمانیت جوش کر رہی ہے میرے اندر اور غیظ دھیما ہوا ہے اس کے مقابل پر۔

فرماتے ہیں: ”بجائے سختی کے نرمی اور بجائے گالی کے دعا دیتے ہیں اور تشبہ باخلاق رحمانی کرتے ہیں کیونکہ رحمٰن بھی بغیر تفریق نیک و بد کے اپنے سب بندوں کو سورج اور چاند اور زمین اور دوسری بے شمار نعمتوں سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ پس ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے اچھی طرح کھول دیا کہ رحمان کا لفظ ان معنوں کر کے خدا پر بولا جاتا ہے“۔ ’ان معنوں کر کے‘ کا محاورہ ہے پرانے زمانے

کا۔ آج کل کی اردو میں تو شاید استعمال نہ ہو مگر 'ان معنوں میں 'کو 'ان معنوں کر کے 'کہا جایا کرتا تھا۔ فرماتے ہیں: ''تشبہ باخلاق رحمانی کرتے ہیں کیونکہ رحمٰن بھی بغیر تفریق نیک و بد کے اپنے سب بندوں کو سورج اور چاند اور زمین اور دوسری بے شمار نعمتوں سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ پس ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے اچھی طرح کھول دیا ہے کہ رحمان کا لفظ ان معنوں کر کے خدا پر بولا جاتا ہے''۔ یعنی ان معنوں میں خدا پر بولا جاتا ہے۔ ''کہ اس کی رحمت وسیع عام طور پر ہر ایک بُرے بھلے پر محیط ہو رہی ہے جیسا ایک جگہ اور بھی اسی رحمت عام کی طرف اشارہ فرمایا ہے ﴿عَذَابِی اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِی وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ﴾ (سورۃ الاعراف رکوع ۱۹) یعنی مَیں اپنا عذاب جس کو لائق اس کے دیکھتا ہوں پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر یک چیز کو گھیر رکھا ہے۔ اور پھر ایک اور موقع پر فرمایا ﴿قُلْ مَنْ یَّکْلَؤُکُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ﴾ (الانبیاء رکوع ۳) یعنی ان کافروں اور نافرمانوں کو کہہ کہ اگر خدا میں صفت رحمانیت کی نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ تم اس کے عذاب سے محفوظ رہ سکتے''۔

پس ہر انسان اپنی وجہِ تخلیق کو پورا نہیں کر رہا۔ نیک صفت انسان بھی بہت سی چیزوں میں اپنی وجہِ تخلیق کی جو انتہاء ہے اس کو پورا نہیں کرتا۔ کوئی یہاں ٹھوکر کھا جاتا ہے، کوئی وہاں ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ زندگی ساری ٹھوکروں سے بھری ہوئی ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ رحمٰن ہی خدا ہے جو رات کو بھی اور دن کو بھی تمہیں رحم کے ذریعہ زندہ رکھتا ہے اور تمہاری ضروریات کا کفیل ہوتا ہے۔ ''یعنی اس کی رحمانیت کا اثر ہے کہ وہ کافروں اور بے ایمانوں کو مہلت دیتا ہے اور جلد تر نہیں پکڑتا اور پھر ایک اور جگہ اسی رحمانیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ﴾''۔ کہ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ پرندوں کو جو ان کے اوپر فضا میں اڑتے پھرتے ہیں ﴿صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ﴾ وہ کبھی اپنے پر پھیلا دیتے ہیں اور ہوا کی لہروں پر اڑتے ہیں کبھی ان کو سکیڑ لیتے ہیں اور نیچے کی طرف Dive کرتے ہیں۔ تو یہ سارے نظارے ہیں ان پر غور کرو۔ تو ﴿مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾ اور ان کو کوئی نہیں ہے جو جَوّ میں اسی طرح سمیٹے رکھے اور اٹھائے رکھے سوائے رحمان خدا کے۔

اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں یہ ہے: ''کیا انہوں نے اپنے سروں پر پرندوں کو اڑتے ہوئے نہیں دیکھا کہ کبھی وہ بازو کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں۔ رحمٰن ہی ہے کہ ان کو گرنے سے تھام رکھتا ہے یعنی فیضانِ رحمانیت ایسا تمام ذی روحوں پر محیط ہو رہا ہے کہ پرندے بھی جو ایک پیسہ کے دو تین مل سکتے تھے وہ بھی اس کے فیضان کے وسیع دریا میں خوشی اور سرور سے تیر رہے ہیں''۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے اس زمانہ کے پیسہ کی قیمت بھی پتہ لگ جاتی ہے اس زمانہ میں پیسہ کے تین پرندے مل جایا کرتے تھے، آج تو تین روپے کا ایک پرندہ بھی نہیں ملتا۔ تو جو اقتصادی حالات بدل رہے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پر غور کریں تو آپ کو سمجھ آجائے گی کہ اس زمانہ میں اقتصادیات کیسی تھیں اور آج کل کیسی ہیں۔

''اور چونکہ ربوبیت کے بعد اسی فیضان کا مرتبہ ہے اس جہت سے اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی صفت بیان فرما کر پھر اس کے رحمٰن ہونے کی صفت بیان فرمائی تا ترتیب طبعی ان کی ملحوظ رہے''۔ (براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۴۴۹ تا ۴۵۰۔ بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱)

پھر ایک اور جگہ فرماتے ہیں: اَلرَّحْمٰن۔ ''تیسرا سمندر اَلرَّحْمٰن ہے اور اس سے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ کا جملہ سیراب ہوتا ہے تا انسان ہدایت اور رحمت پانے والوں میں ہو جائے کیونکہ صفتِ رحمانیت ہر اس وجود کو جو صفتِ ربوبیت سے تربیت پا چکا ہے وہ سب کچھ مہیا کرتی ہے جس کی اسے حاجت ہو۔ پس یہ صفت تمام وسائل کو رحم پانے والے کے موافق بنا دیتی ہے اور ربوبیت کا نتیجہ وجود کو کامل قویٰ دینا اور ایسے طور پر پیدا کرنا ہے جو اس کے لائق حال اور مناسب ہے۔ اسی صفت کا اثر یہ ہے کہ یہ ہر وجود کو اس کے عیوب چھپا دینے والا لباس پہناتی ہے''۔

اب ہر جانور کو اس کے عیوب چھپانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا لباس بھی پہنایا ہوا ہے اور دُم بھی جانوروں کے جن کی ہوتی ہے وہ اس کے بعض عیوب کو، بعض ننگوں کو ڈھانپنے والی ہے۔ تو یہ عجیب اللہ کی شان ہے کہ کوئی چیز بھی اس نے بے مقصد پیدا نہیں فرمائی۔ ہر چیز خدا کی ذات کی طرح اس کا پردہ رکھنے والی ہے۔

''عیوب چھپا دینے والا لباس پہناتی ہے اسے زینت عطا کرتی ہے، اس کی آنکھوں میں سرمہ لگاتی ہے، اس کے چہرہ کو دھوتی ہے، اس کو سواری کے لئے گھوڑا دیتی ہے، اس کو شہسواروں کے طریق بتاتی ہے اور صفت رحمانیت کا درجہ ربوبیت کے بعد ہے جو ہر چیز کو اس کے وجود کا مطلوب عطا کر کے اسے توفیق یافتہ لوگوں میں سے بنا دیتی ہے۔ ان میں سے چوتھا سمندر صفت اَلرَّحِیْم ہے اور اس سے ﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾ کا جملہ مستفیض ہوتا ہے تا بندہ خاص انعام یافتہ لوگوں میں شامل ہو جائے۔ کیونکہ رحیمیت ایسی صفت ہے جو انعامات خاصہ تک پہنچا دیتی ہے جن میں فرمانبردار لوگوں کا کوئی شریک نہیں ہوتا۔ گو (اللہ تعالیٰ کا) عام انعام انسانوں سے لے کر سانپوں اژدہاؤں تک کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے''۔ یہ کرامات الصادقین سے اقتباس لیا گیا ہے۔

(کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۱۸)

اب یہ بہت گہرا مضمون ہے اس کو اگر یہاں کھولا جائے تو بہت اس میں وقت لگے گا۔ صفت رحیم اور رحمانیت میں ایک بنیادی فرق ہے کہ رحمانیت آغاز میں کسی چیز کو انعام کے طور پر دینا جبکہ وہ چیز ابھی پیدا ہی نہ ہوئی ہو جو مانگنے کے لئے نکلے اور رحیمیت اس کی نعمت کو قبول کرنا اور بار بار رحم فرمانا۔ اب اس پہلو سے موسم آتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ آج یہ فصل بونے کا موسم ہے، کل کٹائی کا موسم ہے۔ ہر سال یہی ہوتا رہتا ہے۔ موسم آئے اور نکل گئے لیکن ہر سال یہ تکرار ہے رحمت کی اور اسی تکرار کا نام رحیمیت ہے۔ آغاز میں وہ صفات عطا کر دینا جس سے چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ رحمانیت کے تابع اور ربوبیت کے تابع ہے اور رحیمیت کے تابع ان کا بار بار ہمیشہ ہوتے چلے جانا یہ رحیمیت کا تقاضا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی تمام صفاتِ حسنہ پر غور کریں تو رحمانیت اور رحیمیت سے پھوٹتی ہیں اور ربوبیت سے ترویج پاتی ہیں۔

کسی کا کچھ حق نہیں یہ سب بلا استحقاق اس کو فیضان ملتا ہے ''اور بغیر اس کے کسی کا کچھ حق ہو سب ذی روحوں پر حسب حاجت ان کے''۔ یعنی ذی روحوں کو جن جن چیزوں کی حاجت ہے۔ ان کے مطابق۔ یہ عمل جاری وساری رہتا ہے۔ اس فیضان کی برکت سے ''ہر یک جاندار جیتا جاگتا، کھاتا پیتا اور آفات سے محفوظ اور ضروریات سے متمتع نظر آتا ہے''۔ اب یہ جنس کی بات ہو رہی ہے فرق کی بات نہیں ہو رہی۔ انسانوں میں سے بھی بڑی کثرت سے کروڑوں اربوں انسان ایسے ہیں جو مفلوک الحال ہیں غریب ہیں اور کئی قسم کی مصیبتوں میں مبتلا ہیں مگر بحیثیت مجموعی انسان کو خدا نے توفیق دی ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے ہر انسان کا کفیل ہو سکے۔ اس کے اپنے گناہ اور بدیاں اور حرص و ہوا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اپنی دولت اور طاقت کو اپنے لئے روک رکھتا ہے اور بنی نوع انسان میں جاری نہیں کرتا۔ اگر جاری کرے تو کسی زمانہ میں بھی بنی نوع انسان قحط اور مفلوک الحالی کا شکار نہ ہو۔ پس اس پہلو سے یہ یاد رکھیں کہ رحمٰن کا عام فیضان جو ہے وہ سب ذی روح پر حاوی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کی ضرورت کو پورا کرنا اس سے مراد نوعی ضرورت ہے لیکن ہر فرد کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی اگرچہ ہونی چاہئے تھی۔ وہ اس لئے نہیں ہو سکتی کہ انسان خود بد ہو چکا ہے اور انسان انسان کو اپنے مظالم کا شکار بنا لیتا ہے۔

''یہ سب آثار اسی فیضان کے ہیں جو کچھ روحوں کو جسمانی تربیت کے لئے درکار ہے سب کچھ دے دیا گیا ہے اور ایسا ہی جن روحوں کو علاوہ جسمانی تربیت کے روحانی تربیت کی بھی ضرورت ہے یعنی روحانی ترقی کی استعداد رکھتے ہیں''۔ یعنی انسان ''ان کے لئے قدیم سے عین ضرورتوں کے وقت کلام الٰہی نازل ہوتا رہا ہے''۔ ہر زمانہ میں کلام تو اللہ کی طرف سے نازل ہوتا رہا مگر اس پرانے زمانہ کے انسانوں کی ضرورتیں محدود تھیں اس لئے ان کو کلام بھی محدود ملے اور یہ سلسلہ ترقی کرتے ہوئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ تک پہنچا اور قرآن کریم نے گزشتہ تمام انبیاء کی رحمتیں اپنی ذات میں اکٹھی کرلیں۔ ﴿فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ﴾۔ قرآن کریم میں تمام قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات کا خلاصہ بیان ہے۔

فرماتے ہیں: ”غرض اسی فیضان رحمانیت کے ذریعہ انسان اپنی کروڑہا ضروریات پر کامیاب ہے“۔ مطلب کروڑہا ضروریات اپنی پوری کرلیتا ہے۔ ”سکونت کے لئے سطح زمین، روشنی کے لئے چاند اور سورج، دم لینے کے لئے ہوا، پینے کے لئے پانی، کھانے کے لئے انواع واقسام کے رزق اور علاجِ امراض کے لئے لاکھوں طرح کی ادویہ اور پوشاک کے لئے طرح طرح کی پوشیدنی چیزیں اور ہدایت پانے کے لئے صحف ربانی موجود ہیں اور کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ یہ تمام چیزیں میرے عملوں کی برکت سے پیدا ہوگئیں ہیں“۔ خود تھا ہی نہیں تو اس کے عمل کون سے تھے۔ پس ہندوؤں میں جو آواگون کا چکر ہے اس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ردّ فرما رہے ہیں براہین احمدیہ میں، اسی سے یہ جملے لئے گئے ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے عملوں کی برکت سے یہ سب کچھ پیدا ہوا ہے ”اور میں نے کسی پہلے جنم میں کوئی نیک عمل کیا تھا جس کی پاداش میں یہ بے شمار نعمتیں خدا نے بنی آدم کو عنایت کیں۔ پس ثابت ہے کہ یہ فیضان جو ہزارہا طور پر ذی روحوں کے آرام کے لئے ظہور پذیر ہو رہا ہے یہ عطیہ بلا استحقاق ہے جو کسی عمل کے عوض نہیں فقط ربانی رحمت کا ایک جوش ہے تا ہر یک جاندار اپنے فطرتی مطلوب کو پہنچ جائے اور جو کچھ اس کی فطرت میں حالتیں ڈالی گئی ہیں وہ پوری ہو جائیں“۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۴۴۵ تا ۴۴۷۔ بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱)